جناب ڈاکٹر غلام فرید بھٹی صاحب

صیہونیت ۔ ایک خطرناک یہودی تحریک

صیہون (ZION) قدیم یروشلم کی ایک پہاڑی کا نام ہے۔ یہودی عقیدے کے مطابق حضرت داؤد علیہ اسلام نے اس پہاڑی پر ایک عبادت خانہ تعمیر کیا جہاں وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ حضرت داؤد بنی اسرائیل کے ایک اہم پیغمبر تھے لہٰذا اس پہاڑی کو مقدس سمجھا جانے لگا۔ یہودیوں نے اپنے عالمی قومی مقاصد کی تکمیل کے لیے اسے ایک علامت بنا لیا۔ اسی سے لفظ صیہونیت (ZIONISM) بنا ہے۔

صیہونیت ایک ایسی تحریک کا نام تھا کہ جس کے مقاصد میں یہودیوں کی منتشر قوم کے لیے فلسطین میں ایک وطن کا قیام شامل تھا۔ اسرائیل کے قائم ہو جانے کے بعد اس تحریک کا اہم مقصد پورا ہو گیا۔ اسرائیل کا قیام بذات خود ایک مقصد نہیں بلکہ ایک بڑے مقصد کا ایک حصہ ہے۔ صیہونیت کا اصل مقصد یہ ہے کہ پوری دنیا میں یہودی اثر و رسوخ قائم ہو جائے۔ اسرائیل کے قیام سے یہودیوں کو ایک ایسا سیاسی ٹھکانا مل گیا جہاں سے وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنے عالمی منصوبے پر زیادہ آسانی سے عمل درآمد کر رہے ہیں۔

صیہونیت (ZIONISM) ایک جامع اصطلاح ہے جس میں وہ تمام کارروائیاں شامل ہیں کہ جو یہودی مقاصد کی تکمیل کے لیے ضروری ہوں۔ یہ تحریک زندگی کے سیاسی، مذہبی، معاشرتی اور معاشی پہلوؤں پر حاوی ہے۔ یہ ایک قسم کی قومی تحریک بھی ہے جو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے دہشت گردی، تشدد اور ظلم و جبر کے تمام حربوں کو جائز سمجھتی ہے۔

اس تحریک میں ہر یہودی بلا تفریق ملک و قوم اسرائیل کا وفادار ہے، دوسری تمام وفاداریاں اس کے تحت آتی ہیں۔ اگست ۱۸۹۷ء میں باسل (BASLE) کے مقام پر صیہونیوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں صیہونی تحریک کی تاریخ کا ایک اہم اعلامیہ جاری ہوا جس کے مطابق صیہونیت فلسطین میں یہودیوں کی خاطر ایک وطن کے قیام کی جدوجہد کر رہی ہے جہاں یہودیوں کو تمام شہری حقوق حاصل ہوں گے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کانفرنس یہ فیصلہ کرتی ہے کہ ۔

فلسطین میں یہودی کسانوں، مزدوروں اور کاریگروں کی آباد کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

مقامی قوانین اور حالات کے تحت تمام ملکوں میں یہودیوں کی تنظیمیں قائم کی جائیں جو ایک عالمی تنظیم کے تحت ہوں گے۔

یہودیوں میں نسلی تفاخر کا احساس اور شعور بیدار کیا جائے۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے سرکاری منظوری حاصل کرنے کے لیے ابتدائی اقدامات کیے جائیں۔

یہودیوں نے محولہ بالا کانفرنس کے اعلامیے کی روشنی میں جو اقدامات کیے ان کا خلاصہ درج ذیل سطور میں بیان کیا جا رہا ہے۔

برطانیہ کا کردار برطانیہ کے یہودی صہیونیت کی تحریک کو آگے بڑھانے میں پیش پیش تھے۔ برطانوی سرمایہ داروں نے برطانوی یہودیوں کی عملی مدد کی۔ بڑے بڑے کاروباری اداروں نے صحافیوں کی خدمات حاصل کیں تاکہ فلسطین میں ایک یہودی حکومت کے قیام کے لیے رائے عامہ کو ہموار کیا جائے۔ یہودیوں نے ترکی کے سلطان عبدالحمید سے مراعات حاصل کرنے کے لیے کوشش شروع کر دی تاکہ فلسطین میں ایک خود مختار یہودی حکومت کے قیام کے لیے راہ ہموار کی جائے۔ اس مقصد کے لیے ۱۸۹۸ء میں یہودیوں نے جرمنی کے قیصر ولیم کی خدمات بھی حاصل کیں۔ لیکن سلطان عبدالحمید نے صاف انکار کر دیا۔

یہودیوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ اب انہوں نے سلطان عبدالحمید کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے ترکی میں خفیہ تنظیم قائم کر دی اور زیر زمین سلطان کے خلاف کام کرنے لگے۔ ان خفیہ سرگرمیوں کے نتیجے میں ۱۹۱۳ء میں شوکت پاشا نے فوج کی مدد سے سلطان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ جب نئی حکومت نے اپنی کابینہ تشکیل دی تو اس میں تین یہودی نژاد وزیر شامل تھے۔ جن کو تعمیرات عامہ، تجارت، وزراعت اور مالیات کے محکمے سپرد کیے گئے۔ فلسطین میں عمل دخل حاصل کرنے کے لیے یہودیوں کی یہ پہلی کامیابی تھی۔

۱۹۱۴ء میں ان تینوں یہودی وزراء نے ترک حکومت سے ایک قانون پاس کرایا کہ یہودیوں کو فلسطین میں جائیداد بنانے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح تاریخ میں پہلی مرتبہ یہودیوں کو فلسطین میں اپنی تنظیمیں اور ادارے قائم کرنے کا موقع ملا۔ ان قوانین کے نتیجے میں سلطان کی فلسطینی جاگیریں بکنا شروع ہو گئیں۔ یہ زمینیں نہایت زرخیز تھیں اور یہودیوں نے مشترکہ طور پر خریدنا شروع کر دیں۔

پہلی جنگ عظیم کے اختتام سے کچھ عرصہ پہلے جب یہ بات واضح ہو گئی کہ جرمنی اتحادیوں کے ہاتھوں شکست کھا جائے گا تو یہودیوں نے اتحادیوں پر زور دیا کہ ان کے لیے فلسطین میں ایک یہودی ریاست قائم کی جائے جو کہ برطانیہ کے زیر تحفظ ہو گی۔ اس کے بدلے میں دنیا بھر کے یہودی جنگ میں جرمنی کے خلاف اتحادیوں کی مدد کریں گے۔ برطانیہ کو اس بات کا یقین دلایا گیا کہ ریاست مذکور کے قیام سے برطانیہ کیلئے

ہندوستان کا بحری راستہ محفوظ ہو جائے گا ۔

بعد ازاں یہودیوں نے اتحادی ملکوں بالخصوص برطانیہ اور امریکہ میں اپنا پروپیگنڈہ تیز کر دیا تاکہ باسل BASLE میں ہوتے والی عالمی یہودی کانفرنس کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنایا جا سکے ۔ ان فیصلوں کا مقصد یہودیوں میں عالمگیر اتحاد پیدا کر کے فلسطین میں یہودیوں کے لیے ایک خود مختار ریاست کا قیام تھا ۔ ۱۹۱۷ء میں اپنے شبانہ روز پروپیگنڈے اور ڈپلومیٹک سرگرمیوں کی وجہ سے یہودیوں نے انگریزوں سے مشہور زمانہ "اعلان بالفور" کروالیا۔

اس اعلان کی رو سے برطانیہ اور فرانس نے عرب ملکوں کو آپس میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا ۔ چونکہ یہودی اور عرب دونوں قوموں نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف اتحادیوں کی بھرپور مدد کی تھی، لہٰذا سلطنت عثمانیہ کی شکست کے بعد کچھ عرب علاقے عربوں کو اور کچھ علاقے یہودیوں کو مال غنیمت کے طور پر دیئے گئے ۔ یہودیوں کو فلسطین کا وہ علاقہ ملا جو آج اسرائیل کہلاتا ہے ۔ اور عربوں کو سعودی عرب، اردن اور عراق کا علاقہ ملا ۔ اس طرح جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے خاتمے تک صہیونیت سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کرتے ہوئے اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار کر کے اپنے مقاصد کا اہم حصہ حاصل کر چکی تھی ۔

۱۹۲۱ء میں لیگ آف نیشنز (LEAGUE OF NATIONS) نے فلسطین کو برطانوی انتداب (MANDATE) میں دے دیا تو امریکی کانگریس نے ایک قرار داد منظور کی جس کی رو سے امریکہ نے فلسطین میں ایک یہودی ریاست کے قیام کی حوصلہ افزائی کرنا کا عہد کیا ۔ دو سال بعد امریکہ نے ایک خاص فرمان پر دستخط کیے جس کی رو سے اعلان بالفور (BALFOUR DECLARATION) اور فرمان انتداب (MANDATE) میں کسی بھی قسم کی تبدیلی سے پہلے امریکہ کی منظوری لازمی قرار دی گئی ۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ صہیونی تحریک شروع ہی سے عربوں کے خلاف جارحانہ عزائم رکھتی تھی ۔ صہیونی تحریک نے ہمیشہ سامراجی قوتوں کا ساتھ دیا جن کی پالیسی کا مقصد عربوں کے درمیان انتشار اور جھگڑے پیدا کرنا تھا ۔ برطانوی دور انتداب کے دوران فلسطین میں انگریزوں کی پالیسی مندرجہ ذیل تھی ۔

۱۔ یہودیوں کی فلسطین میں نقل مکانی کی حوصلہ افزائی کی جائے ۔

۲۔ یہودیوں کے ہاتھ مقامی عربوں کی زمینیں فروخت کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے ۔

۳۔ یہودیوں کو مختلف سماجی اور معاشی ادارے قائم کرنے کی اجازت دی جائے ۔ اس کے برعکس عربوں کو اس حق سے محروم رکھا جائے ۔

۴۔ یہودیوں کو فوجی تربیت حاصل کرنے کی تمام ممکن سہولتیں فراہم کی جائیں ۔

۵ - فلسطین میں برطانوی اور امریکی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ اسرائیل میں ان کی صنعتوں کو ترقی میں مدد مل سکے اور یہودی اپنی مرضی کے مطابق وہاں زندگی بسر کر سکیں ۔

اس پالیسی کا مقصد عربوں کی صنعتی ترقی کو ختم کرنا اور انہیں بے روزگاری کی مصیبت میں مبتلا کرنا تھا نیز یہودیوں کی مزدور تحریک کی ترقی اور اسے یہودی ریاست کے قیام کے لیے ایک ریزرو فورس بنانا تھا۔ جنگ عظیم دوم ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء کے دوران یہودی تنظیموں کے ذریعے یہودیوں کو فوجی تربیت دی گئی۔ چونکہ یہودی فوج اتحادیوں کی فوج کا ایک حصہ تھی اس لیے یہودی فوجوں اور ان کے تحت کام کرنے والی فوجی تنظیموں کے ہاتھوں فلسطینی عربوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ۔

اقوام متحدہ کا کردار

جنگ عظیم دوم اتحادیوں کی فتح پر ختم ہوئی تو برطانیہ نے فلسطین کی حفاظت کے سلسلہ میں کسی قسم کی مزید ذمہ داری اٹھانے سے معذوری کا اعلان کر دیا ۔ یہ اعلان اس وقت کیا گیا جب کہ برطانیہ یہودیوں کی ایک ترتیب یافتہ اور مسلح فوج تیار کرنے میں پوری مدد دے چکا تھا۔ اور جب کہ فلسطین میں یہودی تارکین وطن کی تعداد چھ لاکھ ہو چکی تھی۔ اس کے بعد امریکہ نے فوری طور پر ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کر دیا جس کا مقصد مسئلہ فلسطین کا حل تلاش کرنا تھا۔ فروری ۱۹۴۷ء میں برطانوی حکومت نے مسئلہ فلسطین اقوام متحدہ میں پیش کر دیا تاکہ اس کا کوئی حل تلاش کیا جا سکے۔ اس عالمی تنظیم نے اس کا یہ حل پیش کیا کہ فلسطین کو عربوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے ۔ ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے تقسیم ملک یعنی فلسطین کے اصول کی حمایت کر کے اس کو یہودیوں اور عربوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ دے دیا ۔

یہودی اگرچہ فلسطین کی صرف سات فیصد زمینوں پر قابض تھے لیکن اقوام متحدہ نے انہیں کل رقبہ کا ۵۵ فیصد دے دیا تاکہ وہ اپنی ریاست قائم کر سکیں ۔ یہودیوں کو دیا جانے والا علاقہ فلسطین کا زرخیز ترین علاقہ تھا۔ اور یہ سب کچھ اس ادارے کی وساطت سے ہوا جو دنیا میں حق و انصاف اور آزادی و مساوات کا سب سے بڑا علمبردار ہے

اسرائیل کا قیام

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی اس قرارداد کا اعلان ہوتے ہی اتحادی اسلحہ سے مسلح یہودی دستوں نے یہودی ریاست میں شامل ہونے والے مجوزہ علاقوں میں، نیز جن علاقوں پر یہودی مزید قبضہ کرنا چاہتے تھے ان میں عربوں کا قتل عام شروع کر دیا ۔ باوجودیکہ ان میں سے کچھ علاقے اقوام متحدہ نے عربوں کو الاٹ کیے تھے ۔ یہ سب کچھ انگریزوں کی موجودگی میں ہوا جو اس وقت بھی اس علاقے کے نظم و نسق کے ذمہ دار تھے ۔ یہودیوں کی اس دہشت انگیزی کے نتیجے کے طور پر تین لاکھ عرب بے گھر ہو گئے ۔ (بقیہ صد ۵۳ پر)